وہائٹ ہاؤس

پریس سکریٹڑی کے دفتر سے

فوری اجرا کے لیئے
10 نومبر ، 2010

جکارتا میں
صدر کا خطاب

یونیورسٹی آف انڈونیشیا

جکارتا، انڈونیشیا

9:30 A.M. WIT

صدر: تریمہ کسیح ۔ تریمہ کسیح ۔ آپ کا شکریہ ، ہر ایک کا شکریہ ۔ سلامت پاگی ۔ (تالیاں)۔ یہاں یونیورسٹی آف انڈونیشیا میں آکر مجھے بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ تدریسی عملے اور طالب علموں کا اور ڈاکٹر Gumilar Rusliwa Somantri کا شکریہ ۔ آپ سب کی مہمان نوازی کے لیئے شکریہ۔ (تالیاں)

السلام علیکم دان سالام سیجا ہیترا ۔ اس شاندار استقبال کے لیئے شکریہ ۔ جکارتا کے لوگوں کا اور انڈونیشیا کے عوام کا شکریہ ۔مجھے خوشی ہے کہ میں آخر کو انڈونیشیا پہنچ گیا۔اور مِشل بھی میرے ہمراہ آسکی ہیں۔ ہم نےاس سال اس دورے کے لئے ایک دو بار ناکام کوشش کی تھی ۔ لیکن میں نے ایک ایسے ملک کا دورہ کرنے کا پکّا ارادہ کرلیا تھا ، جو میرے لئے اس قدر اہمیت رکھتا ہے۔ بد قسمتی سے یہ وورہ خاصا مختصر ہے۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ میں اب سے ایک سال بعد اُس وقت واپس یہاں آوں گا جب انڈونیشیا ، مشرقی ایشیا سربراہ کانفرنس کی میز بانی کرے گا۔(تالیاں)

اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہوں ، میں یہ عرض کروں گا کہ ہم اُن تمام انڈونیشی لوگو ں کے لئے دعا گو ہیں، جو حالیہ سُونامی اور آتش فشانیوں سے متاثر ہوئے ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو اپنے عزیزوں سے محروم ہوگئے اور وہ لوگ جو بے گھر ہوگئے۔اور میں آپ سب کو بتانا چاہتا ہوں کہ امریکہ اس قدرتی تباہی سے نمٹنے میں ہمیشہ کی طرح انڈونیشیا کا ساتھ دے رہا ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ ہم ضرورت کے مطابق مدد فراہم کرسکے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس وقت جبکہ ہمسائے اپنے ہمسائیوں کی مدد کرہے ہیں اور خاندان اُجڑے ہوئے لوگوں کو اپنے گھروں میں جگہ دے رہے ہیں ، انڈونیشی لوگوں کی توانائی اور استقامت ایک بار پھر انہیں ان مصائب سے نکال لائے گی۔

مجھے ایک سادہ سے بیان کے ساتھ اپنی بات شروع کرنے کی اجازت دیجئے۔ انڈونیشیا باگیان داری دیدی سایا۔ (تالیاں) ۔میں اس ملک میں پہلی بار اُس وقت آیا تھا، جب میری ماں نے ایک انڈونیشی آدمی سے شادی کی تھی جن کا نام لولو سوئے تورو تھا۔ میں ایک چھوٹا سا لڑکا تھا جو ایک مختلف دنیا میں پہنچا تھا۔لیکن انڈونیشی لوگوں نے جلد ہی مجھے نئے ماحول میں رچا بسا لیا۔

جکارتا ۔۔اُس زمانے میں جکارتا بہت مختلف دکھائی دیتا تھا ۔ شہر ایسی عمارتوں سے بھرا ہوا تھا ، جو چند منزلوں سے زیادہ بلند نہیں تھیں۔ یہ 1967, '68 کی بات ہے ۔۔ شاید آپ میں سے بیشتر اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے ۔ (ہنسی) ۔ہوٹل انڈونیشیاأن چند عمارتوں میں سے ایک تھا جو کثیرمنزل تھیں۔ اور صرف ایک نیا نکور شاپنگ سینٹر تھا ، جو سَرینہ کہلاتا تھا۔ اُن دنوں میں سڑکوں پر موٹر گاڑیوں سے زیادہ " بَیت چک اور بیموز " ہوتے تھے اور آپ انہیں میں گھومتے پھرتے تھے ۔اور اس زمانے میں آج کل جیسی بڑی بڑی سڑکیں نہیں تھیں ۔شاہراہ بہت جلد ختم ہوکر کچّی سڑکوں اور "کام پَونگوں " میں تبدیل ہوجاتی تھی۔

ہم لوگ مَینت تَنیگ دالام منتقل ہوگئے تھے ، جہا ں (تالیاں) ، اچھا تو مَینت تَنیگ دالام کے کچھ لوگ یہاں موجود ہیں ۔ہم ایک چھوٹے سے گھر میں رہے ، جس کے سامنے آم کا ایک درخت تھا۔میں نے پتنگ اُڑاتے ہوئے ، دھان کے کھیتوں میں دوڑتے ہوئے ، بھمبھیریاں پکڑتے ہوئے اور گلی میں خوانچے والوں سے "ساتے " اور "باسو" خریدتے ہوئے انڈونیشیا سے محبت کرنا سیکھ لیا تھا۔ (تالیاں)۔ ساتے ! (ہنسی) ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ باسو ! (ہنسی) ۔لیکن سب سے بڑھ کر مجھے لوگ یاد ہیں ۔۔عمر رسیدہ مرد اور عورتیں جنھوں نے مُسکراہٹوں کے ساتھ ہمیں خوش آمدید کہا،وہ بچّے جنھوں نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں خود کو ایک ہمسائے کی مانند محسوس کرسکوں اور وہ اساتذہ جنھوں نے ایک وسیع تر دنیا کو سمجھنے میں میری مدد کی۔

چونکہ انڈونیشیا ہزاروں جزیروں، سینکڑوں زبانوں اور بیسیوں خطّوں اور نسلی گروں سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہے، اس لئے میں نے یہاں جو وقت گزارا ، اُس نے تمام لوگوں کی مُشترکہ انسانیت کو مثبت طریقے سے سمجھنے میں میری مدد کی۔اور میرے سوتیلے والد نے اگرچہ بیشتر انڈونیشی لوگوں کی مانند ایک مسلمان کی زندگی گزاری تھی ، لیکن وہ اس بات میں پکّا یقین رکھتے تھے کہ تمام مذاہب قابلِ احترام ہیں۔اور اس لحاظ سے ۔۔ (تالیاں) ۔۔ وہ اُس مذہبی روا داری کی روح کی عکّاسی کرتے تھے ، جو انڈونیشیا کے آئین کا حصّہ ہے، اور بدستور اس ملک کی ایک پہچان اور حوصلہ افزا خصوصیت ہے۔(تالیاں)۔

میں یہاں چار سال تک رہا تھا ۔۔ وہ ایک ایسا وقت تھا جس سے میرا بچپن عبارت ہے، ایک ایسا زمانہ جس میں میری شاندار بہن مایا پیدا ہوئی ، اوریہ ہ وہ وقت تھاجس نے میری والدہ پر ایک ایسا گہرا نقش چھوڑا کہ وہ اگلے بیس برسوں تک رہنے کے لئے ، کام کرنے اور سفر کرنے کے لئے بار بار انڈونیشیا آتی رہیں۔ وہ انڈونیشیا کے دیہات میں ، خاص طور پر عورتوں اور لڑکیوں کے لئے بہتر مواقع پیدا کرنے کے لئے دل و جان سے کام کرتی رہی تھیں۔ میری والدہ کے دل میں ساری عمر اس ملک اور اس کے لوگوں کے لئے ایک خاص مقام رہا۔ (تالیاں)

ان چار عشروں میں جب سے میں واپس ہوائی جانے کے لئے ایک طیارے میں سوار ہوا تھا، کس قدر تبدیلیاں آچکی ہیں۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں ، یا میرے کسی ایسے ہم مکتب سے پوچھیں جو اُس وقت سے مجھے جانتا ہو ، تو میرا نہیں خیال کہ ہم میں سے کبھی کوئی یہ توقع بھی کرسکتا تھا کہ میں ایک دن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر کی حیثیت سے واپس جکارتا آؤں گا۔ (تالیاں) اور بمشکل ہی کوئی ان پچھلے چار عشروں میں خود انڈونیشیا کی اپنی شاندار کہانی کی پیش گوئی کرسکتا تھا۔

وہ جکارتا جسے میں کبھی جانتا تھا ، آسمان سے باتیں کرتی ہوئی ایسی کثیر منزلہ عمارتوں کے ساتھ، جن میں ہوٹل انڈونیشیا ایک بَونا دکھائی دیتا ہے، اور پھلتے پھولتے ثقافت اور تجارت کے مراکز کے ساتھ تقریباً ایک کروڑ آبادی کے ایک بہت وسیع شہر میں تبدیل ہو گیا ہے۔اُس وقت میں اور میرے انڈونیشی دوست اگر کھیتوں میں بھینسوں اور بکریوں کے ساتھ بھاگتے پھرتے تھے تو آج انڈونیشیا کی نئی پود کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو سَیل فون اور سوشل نیٹ ورک کے ذریعے سب سے زیادہ باہم مربوط ہیں ۔اور اگر اُس وقت انڈونیشیا کی بیشتر توجہ ایک نئے ملک کی حیثیت سے اپنے آپ پر مرکوز تھی ، تو آج یہ ترقی کرتا ہوا ملک ایشیا بحر الکاہل کے خطّے اور عالمی معیشت میں ایک کلیدی کردار ادا کررہا ہے۔(تالیاں)

یہ تبدیلی ملک کی سیاست تک پھیلی ہوئی ہے۔ میرے سوتیلے والد نے اپنے بچپن میں خود اپنے والد اور بڑے بھائی کو انڈونیشیا کی آزادی کی جدّوجہد میں لڑنے اور جان نچھاور کردینے کے لئے گھر سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں آج ایک ایسے دن یہاں اپنی موجودگی پر نازاں ہوں ، جو اُن بہت سے انڈونیشی لوگوں کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا دن ہے، جنھوں نے اس عظیم ملک کے لئے اپنی جانیں قربان کی تھیں ۔(تالیاں)

میں جب جکارتا پہنچا تو یہ 1967کا سال تھا، جس کے بعد اس ملک کے بعض علاقوں میں شدید مصائب اور تنازعات کا ایک دور شروع ہوا۔اگرچہ میرے سوتیلے والد نے فوج میں خدمات انجام دی تھیں، لیکن میں سیاسی خلفشار کے اُ س زمانے میں ، اُس تشدّد اور خون خرابے سے بیشتر بے خبر رہا۔اس لئے کہ میرے انڈونیشی خاندان کے افراد اور دوست اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔انڈونیشیا کے لوگوں نے آزادی تو حاصل کرلی تھی ، لیکن سروں پر ایک خوف سوار تھا۔

اُس وقت کے بعد کو آنے والے برسوں میں انڈونیشیا نے کسی آہنی گرفت کی حکمرانی سے عوام کی حکومت تک، جمہوری تبدیلی کے ایک غیر معمولی عمل کے ذریعے خود اپنا راستہ تلاش کیا۔ دنیا نے حالیہ برسوں میں انڈونیشیا کے لوگوں کو اُمید اور ستائش کی نظروں سے پُر امن انتقالِ اقتدار اور لیڈروں کے براہَ راست انتخاب کو بخوشی قبول کرتے ہوئے دیکھا ہے۔اور عین اُ سی طرح جیسے آپ کا منتخب صدر اور قانون ساز ادارہ آپ کی جمہوریت کی علامت ہے ، اسی طرح آپ کی جمہوریت اپنی حدود و قیود ، ایک توانا سِوِل سوسائیٹی ،سیاسی پارٹیوں اور یونینوں ، ایک سرگرم میڈیا اور اُن شاملِ حال شہریوں کے ساتھ برقرار اور مستحکم ہے ، جو اس بات کی ضمانت ہیں کہ انڈونیشیا اب پیچھے نہیں لوٹے گا۔

لیکن میرے بچپن کی اس سر زمین میں جہاں بہت سی چیزیں اس قدر بدل چکی ہیں ، وہ چیزیں جن کے باعث میں نے انڈونیشیا سے پیار کرنا سیکھا تھا-- یعنی رواداری کا وہ جذبہ جو آپ کے آئین میں درج ہے، جو آپ کی مسجدوں، گرجا گھروں اور مندروں میں بطور علامت مجسّم اور آپ کے لوگوں میں رچا بسا ہوا ہے ، آج بھی اُسی طرح باقی ہے(تالیاں)--- "بھینیکا تُنگال ایکا"--یعنی تنوّع میں اتحاد۔ (تالیاں)۔ یہ ہے دنیا کے لئے انڈونیشیا کی نظیر کی بنیاد۔ اور یہی وجہ ہے جو انڈونیشیا اکیسویں صدی میں اس قدر اہم کردار ادا کرے گا۔

لہذا آج میں ایک دوست کی حیثیت سے واپس انڈونیشیا آیا ہوں۔ لیکن ایک صدر کی حیثیت سے بھی جو ہمارے دونوں ملکوں کے درمیان کسی گہری اور دیرپا شراکت داری کا متمنّی ہے۔اس لئے کہ وسیع اور متنوّع ملکوں کی حیثیت سے، بحرالکاہل کے آرپار ہمسایوں کی حیثیت سے اور سب سے بڑھ کر جمہوریتوں‌کی حیثیت سے امریکہ اور انڈونیشیامشترکہ مفادات اور مشترکہ اقدار کے بندھن میں یکجا ہیں ۔

گذشتہ روز صدر یُدھویونو اور میں نے امریکہ اور انڈونیشیا کے درمیان ایک نئی جامع شراکت داری کا اعلان کیا تھا۔ ہم کئی مختلف شعبوں میں اپنی حکومتوں کے درمیان رابطوں میں اضافہ کررہے ہیں۔اور اسی قدر اہم یہ بات ہے کہ ہم اپنے لوگوں کے درمیان رابطوں کو بڑھا رہے ہیں۔ یہ دو ایسے مساوی ملکوں کے درمیان شراکت داری ہے جن کی بنیاد باہمی مفادات اور باہمی احترام پر قائم ہے۔

لہذا آج میں اپنے باقی وقت میں اس بارے میں بات کرنا چاہوں گا کہ وہ کہانی جو میں نے ابھی ابھی آپ کو سُنائی ہے --یعنی اُس دور سے انڈونیشیا کی کہا نی جب میں یہاں رہتا تھا ---کیوں امریکہ کے لئے اور دنیا کے لئے اس قدر اہم ہے۔میں تین ایسے شعبوں پر توجہ مرکوز کروں گا جن کا ایک دوسرے سے قریبی تعلق ہے، اور جوبنی نوع انسان کی ترقی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں ---اقتصادی ترقی، جمہوریت اور مذہبی عقیدہ۔

اوّل، امریکہ اور انڈونیشیا کے درمیان دوستی سے اقتصادی ترقی میں ہمارے باہمی مفادات کو فروغ مل سکتا ہے۔

جب میں انڈونیشیا منتقل ہوا تھا تو اُ س وقت کسی ایسے مستقبل کو تصوّر میں لانا بھی محال تھا ، جس میں شکاگو اور جکارتا میں بسے خاندانوں کی خوشحالی کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق ہوگا۔لیکن اب ہماری معیشتیں عالمی ہیں اور انڈونیشیا کے لوگوں کو اس عالمگیریت سے وابستہ اچھی توقعات اور خطرات ، دونوں کا تجربہ ہو چکا ہے۔نوّے کے عشرے میں ایشیا کے مالیاتی بحران کے صدمے کے بعد سے تجارت میں فرغ کی وجہ سے لاکھوں لوگ غربت کے چُنگل سے نکل آئے ہیں ۔ اس کے کیا معنی ہیں اور ہم نے حالیہ اقتصادی بحران سے جو سیکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی کامیابی میں ہمارا بھی کوئی مفاد ہے۔

انڈونیشیا کے لوگوں میں بڑھتی ہوئی خوشحالی کے ساتھ ساتھ ملک کی اقتصادی افزائش اور ترقیات ، امریکہ کے مفاد میں ہے ۔ اس لئے کہ انڈونیشیا میں بڑھتے ہوئے متوسّط طبقے کا مطلب عین اُسی طرح ہماری اشیا کے لئے نئی منڈیاں ہے ، جس طرح

انڈونیشیا سے آنے والی اشیا کے لئے امریکہ ایک مارکیٹ ہے۔لہذا ہم انڈونیشیا میں مزید سرمایہ لگا رہے ہیں ، یہاں ہمارے ماہرین کی تعداد تقریباً پچاس گنا بڑھ گئی ہے اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ تجارت کے مقصد سے امریکیوں اور انڈونیشی لوگوں کے لئے دروازے کھول رہے ہیں ۔

امریکہ کا مفاد ایک ایسے انڈونیشیا سے وابستہ ہے، جو عالمی معیشت کی تشکیل میں وہ رول ادا کررہا ہو جو اُس کا حق ہے۔وہ دن لَد گئے جب سات یا آٹھ ملک یکجا ہوکر عالمی منڈیوں کی جہت کا فیصلہ کرتے تھے۔یہی وجہ ہے جو اب G20 ، بین الاقوامی اقتصادی تعاون کا مرکز ہے۔تاکہ عالمی معیشت کی رہنمائی کرنے میں انڈونیشیا جیسی اُبھرتی ہوئی معیشوں کا زیادہ عمل دخل ہو اور وہ زیادہ ذمّے داریاں بھی قبول کریں۔اور G20میں بدعنوانیوں کے انسدادی گروپ کے قائد کی حیثیت سے انڈونیشیا کو شفاف پن اور احتساب کوقبول کرنے کی ایک مثال بن کر عالمی اسٹیج پر قیادت کرنی چاہئے

امریکہ کا مفاد ایک ایسے انڈونیشیا سے وابستہ ہے، جو مستقل نوعیت کی دیر پا اقتصادی ترقی کے لئے کوشاں ہو ۔ اس لئے کہ ہم جس طریقے سے آگے جارہے ہیں، وہ ہماری زندگیوں کی کوالٹی اور ہمارے سیّارے کی صحت کا فیصلہ کرے گا۔اور یہی وجہ ہے جو ہم صاف سُتھری توانائی کی ایسی ٹیکنالوجیز تیار کررہے ہیں جو صنعتوں کو بجلی فراہم کرسکیں اور انڈونیشیا کے قیمتی قدرتی وسائل کو برقرار رکھ سکیں۔ اور امریکہ آب و ہوا میں تبدیلیوں سے نمٹنے کے لئے عالمی کوششوں میں آپ کے ملک کی مضبوط قیادت کا خیر مقدم کرتا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ انڈونیشیا کے لوگوں کی کامیابی کے ساتھ امریکہ کا مفاد وابستہ ہے۔ آج کی شہ سُرخیوں سے نیچے ہمیں لازمی طور پر اپنے لوگوں کے درمیان پُل تعمیر کرنے چاہئیں ۔اس لئے کہ ہمارے مسقبل کی خوشحالی اور سلامتی مشترک ہے۔ اور ہم اس وقت اپنے سائینس دانوں اور ماہرین کے درمیان اشتراک و تعاون میں اضافہ کرتے ہوئے اور کاروبار میں خودمختاری کو پروان چڑھانے کی خاطر مل کر کام کرتے ہوئے عین یہی کچھ کررہے ہیں۔اور مجھے خاص طور پر خوشی ہے کہ ہم نے اپنے دونوں ملکوں میں تعلیم پانے والے امریکی اور انڈونیشی طلبا کی تعداد کو دوگنا کردینے کا وعدہ کیا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ امریکی ا سکولوں میں مزید انڈونیشی طلبا آئیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں مزید امریکی طلبا تعلیم حاصل کریں ۔ہم اس نو خیز ملک کے نوجوانوں کے ساتھ نئے رابطے قائم کرنا چاہتے اور ہم اُ ن میں عظیم تر آگہی اور مفاہمت کے خواہاں ہیں۔

یہ ایسے مسائل ہیں جو ہماری روز مرّہ کی زندگی میں واقعی اہمیت رکھتے ہیں۔اقتصادی ترقی کا تعلق محض افزائش کی شرحوں یا کسی میزانیے کے ہندسوں سے نہیں ہے ۔ اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ آیا کوئی بچّہ وہ مہارتیں سیکھ سکتا ہے ، جن کی اس تغیّر پزیر دنیا میں ضرورت ہے۔اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ آیا ایک اچھی تجویز کو ایک پھلتے پھولتے کاروبار کی شکل اختیار کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے یا بدعنوانی شروع ہی میں اُس کا گلا گھونٹ دے گی۔اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ آیا وہ قوتیں جنہوں نے اُس جکارتا کا قالب بدل دیا --- جسے میں کبھی جانتا تھا ---اور ٹیکنالوجی اور تجارت

اور لوگوں اور اشیا کی آمد و رفت   انڈونیشیا کے تمام لوگوں کے لئےکوئی بہتر زندگی فراہم کرسکتی ہے ---تمام انسانوں کے لئے، وقار اور اچھے مواقع سے معمور زندگی۔

یہ اس قسم کی تبدیلی ہے جسے جمہوریت کے عمل دخل سے جُدا نہیں کیا جاسکتا۔

آج ہم بعض اوقات اس قسم کی باتیں سنتے ہیں کہ جمہوریت ، اقتصادی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ یہ کوئی نئی دلیل نہیں ہے۔ خاص طور سے تبدیلی اور غیر یقینی اقتصادی حالات میں بعض لوگ یہ کہیں گے کہ انسانوں کے حقوق قربان کرکے اُن کے بدلے میں ریاستی اختیارات کے ذریعے اقتصادی ترقی کا مختصر راستہ اختیار کرلینا زیادہ آسان ہوگا۔لیکن میں نے اپنے بھارت کے دورے میں وہاں جو دیکھا ہو ایسا نہیں ہے ۔اور یہاں اپنے انڈونیشیا کے دورے میں، میں جو دیکھ رہا ہوں وہ بھی ایسا نہیں ہے۔آپ کی حاصل کردہ کامیابیوں سے اس چیز کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ جمہوریت اور اقتصادی ترقی ایک دوسرے کو مزید تقویت پہنچاتی ہیں۔

کسی بھی دوسری جمہوریت کی مانند آپ راستے کی مشکلات سے بخوبی واقف ہیں۔ امریکہ کا معاملہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ ہمارے اپنے آئین میں ایک " زیادہ مکمل وفاق تشکیل " دینے کی کوشش کا ذکر کیا گیا ہے۔اور یہ ایک ایسا سفر ہے جو ہم اُس وقت سے جاری رکھےہوئے ہیں۔ ہم نے خانہ جنگی کے مصائب جھیلے ہیں اور ہم نے اپنے تمام شہریوں کے لئے مساوی حقوق کی خاطر جد و جہد کی ہے۔لیکن ٹھیک یہی وہ کوششیں تھیں ، جنہوں نے ہمیں زیادہ طاقتور اور زیادہ ہونے کا موقع فراہم کیا۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ہم ایک زیادہ منصفانہ اور ایک زیادہ آزاد معاشرے میں بھی ڈھل گئے۔

ان دوسرے ملکوں کی مانند جنہوں نے گذشتہ صدی میں نو آبادیاتی حکمرانی سے آزادی حاصل کی ، آپ نے بھی اپنی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے حق کے لئے جدو جہد کی اور قربانیاں دی ہیں۔آج " ہیروز ڈے" سراسر اسی بارے میں ہے-- ایک ایسا انڈونیشیا ، جو تمام انڈونیشی لوگوں کی ملکیت ہے۔لیکن آپ ہی نے انجام کار یہ فیصلہ بھی کیا کہ آزادی کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی نو آبادیاتی طاقت کی آہنی گرفت کی جگہ خود اپنا کوئی آہنی پنجہ ملک پر مسلط ہو جائے۔

یقیناً جمہوریت مین کچھ افراتفری ہوتی ہے۔ ہر کوئی ہر الیکشن کے نتائج کو پسند نہیں کرتا ۔ آپ کو اپنے نشیب و فراز سے گزرنا ہوتا ہے۔لیکن یہ سفر اس قابل ہے کہ اسے طے کیا جائے اور اس میں ووٹ ڈالنے سے آگے تک جانا پڑتا ہے۔ اس میں اختیارات کو حدوں کے اندر رکھنے اور ارتکاز اختیارات کو روکنے کے لئے طاقتور اداروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں افراد کو پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرنے کے لئے آزاد منڈیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اس میں حقوق کی خلاف ورزیوں اور زیادتیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اور مواخذے پر زور دینے کے لئے ایک خود مختار عدالتی نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اس میں عدم مساوات اور بے انصافیوں کو ردّ کرنے کے لئے کھلے معاشرے اور سرگرم شہریوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ وہ قوتیں ہیں جو انڈو نیشیا کو آگے لے جائیں گی۔اور اس کے لئے اُن بد عنوانیوں کو برداشت کرنے سے کسی انکار کا تقاضا کیا جائے گا ، جو اچھے مواقع اور اُس شفاف پن

کے کے عزم کی راہ میں ایک رکاوٹ بن جاتی ہیں، جو انڈونیشیا ہر باشندے کو اپنی حکومت میں ایک آواز اور یہ یقین فراہم کرتا ہےکہ انڈونیشیا کے لوگوں کی آزادی ہی نے ، جس کے لئے انڈونیشی لوگ لڑے تھے ، اس عظیم ملک کو متحد رکھا ہوا ہے۔

یہ انڈونیشیا کے اُن لوگوں کا پیغام ہے جو جمہوریت کی اس کہانی کو اُن لوگوں کے بعد سے آگے بڑھا رہے ہیں ، جنہوں نے اب سے پچپن سال پہلے سُورابایا کی جنگ لڑی تھی۔اور وہ اس کہانی کو اُن طلبا کے بعد سے آگے بڑھا رہے ہیں ، جنہوں نے 1990میں جمہوریت کے لئے پُر امن جلوس نکالے تھے۔ اور پھر اُن لیڈروں کے بعد سے جنہوں نے اس نو خیز ملک میں پُر امن انتقالِ اقتدار کو بخوشی قبول کیا ہے۔ اس لئے کہ انجام کار یہ عام شہریوں کے حقوق ہوں گے جو سابانگ سے مراؤکے تک پھیلے ہوئے اس شاندار مُوسانتارا کو باہم متحد رکھیں گے ۔اس بات پر ایک اصرار کے ساتھ کہ اس ملک میں پیدا ہونے والے ہر بچّے کے ساتھ مساوی سلوک کیا جانا چاہئے ۔ خواہ وہ لوگ جاوا سے آئے ہوں یا آچے سے ، وہ بالی سے ہوں یا پاپوا سے۔ (تالیاں) ۔ یہ کہ انڈونیشیا کے تمام لوگوں کے حقوق یکساں ہیں۔

مذہب آخری موضوع ہے جس پر میں آج بات کرنا چاہتا ہوں، اور جمہوریت اور اقتصادی ترقی کی طرح، انڈونیشیا کی کہانی میں یہ موضوع بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

ایشیا کے دوسرے ملکوں کی طرح جہاں میں اس دورے میں جا رہا ہوں، انڈونیشیا میں روحانیت کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں لوگ بہت سے مختلف طریقوں سے خدا کی عبادت کرتےہیں۔ اس بھر پور تنوع کے ساتھ، یہ دنیا کی سب سے بڑی مسلمان آبادی والا ملک بھی ہے ۔ اس حققیت کا ادراک مجھے اس وقت ہوا جب لڑکپن میں، میں نے جاکرتا میں اذان کی گونج سنی۔

جس طرح صرف مذہب ہی افراد کی پہچان نہیں ہوتا، اسی طرح انڈونیشیا کی پہچان بھی صرف اس کی مسلمان آبادی تک محدود نہیں ہے ۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بہت سے برسوں میں ، امریکہ اور مسلمان آبادیوں کے درمیان تعلقات ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے ہیں۔ صدر کی حیثیت سے ، میں نے ان تعلقات کو بحال کرنا اپنی ترجیح قرار دیا ہے ۔ (تالیاں)۔ اس کوشش کے ایک جزو کے طور پر، میں گذشتہ جون میں قاہرہ گیا اور میں نے امریکہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان ایک نئی ابتدا کے لیئے کہا ۔۔ایسی ابتدا جس سے ہم ایسی راہ اختیار کرسکیں جس کے ذریعے ہم اپنے اختلافات کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ سکیں۔

میں نے یہ بات اس وقت بھی کہی تھی، اور میں اسے یہاں دہراوُں گا کہ کسی ایک تقریر سے برسوں کی بد اعتمادی ختم نہیں ہو سکتی۔ لیکن مجھے اس وقت یہ یقین تھا، اور آج بھی ہے، کہ ہمارے سامنے متبادل راستہ موجود ہے ۔ ہم چاہیں تو اپنے اختلافات میں الجھے رہنے اور شک و شبہے اور بد اعتمادی کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ یا ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم مشترکہ موقف کی تعمیر کے لیئے محنت کریں گے، اور خود کو ترقی کی مسلسل تلاش کے لیئے وقف کر دیں گے ۔اور میں آپ کے سامنے یہ وعدہ کر سکتا ہوں، کہ ہمیں چاہے کتنی ہی حزیمتوں کا سامنا کرنا پڑے، امریکہ بنی نوع انسان کے

ترقی کے لیئے پر عزم رہے گا۔ ہم ایسے ہی لوگ ہیں۔ ہم نے یہی کچھ کیا ہے۔ اور ہم یہی کچھ کریں گے۔ (تالیاں)

میں جانتا ہوں کہ وہ کون سے مسائل ہیں جن کی وجہ سے برسوں سے ہمارے درمیان کشیدگی رہی ہے-- اور یہ وہ مسائل ہیں جن کے بارے میں، میں نے قاہرہ میں بات کی تھی۔ اس تقریر کے بعد کے 17 مہینوں میں، ہم نے کچھ پیش رفت کی ہے ، لیکن ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے ۔

تشدد پر کاربند انتہا پسند امریکہ میں، انڈونیشیا میں اور دنیا بھر میں، اب بھی بے گناہ سویلین باشندوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ میں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ امریکہ اسلام کے ساتھ حالتِ جنگ میں نہیں ہے اور نہ کبھی ایسا ہوگا۔اس کے بجائے ہم سب کو مل جل کر القاعدہ اور اس کے حلیفوں کو شکست دینے کے لیئے کام کرنا چاہیئے ۔ یہ لوگ کسی بھی مذہب کے لیڈر بننے کے دعویدار نہیں ہو سکتے ، اور اسلام جیسے عظیم اور عالمگیر مذہب کا قیادت کا دعویٰ تو ہر گز نہیں کر سکتے ۔ لیکن جو لوگ تعمیر کے خواہشمند ہیں، انہیں دہشتگردوں کے حق میں، جو تباہی پھیلانا چاہتے ہیں، دستبردار نہیں ہونا چاہیئے ۔ اور یہ کام اکیلے صرف امریکہ کے کرنا کا نہیں ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ یہاں انڈونیشیا میں، آ پ نے انتہا پسندوں کا قلع قمع کرنے اور اس قسم کے تشدد کو ختم کرنے میں پیش رفت کی ہے ۔

افغانستان میں، ہم کئی ملکوں کے اتحاد کے ساتھ مل کر مسلسل کام کر رہے ہیں تا کہ افغان حکومت میں اتنی صلاحیت پیدا ہوجائے کہ وہ اپنے مستقبل کو محفوظ کر سکے۔ ہمارا مشترکہ مفاد ایک ایسے ملک میں جو جنگ کے زخموں سے چور ہے، امن کی تعمیر میں ہے --ایسا امن جس میں تشدد کے حامی انتہا پسندوں کے لیئے کوئی محفوظ پناہ گاہ نہ ہو، اور جو افغان عوام کو امید کی روشنی دکھائے۔

ا س دوران ہم نے اپنے ایک بنیادی وعدے کی تکمیل میں پیش رفت کی ہے -یعنی عراق میں جنگ کو ختم کرنے کی کوشش۔ میری صدارت کے زمانے میں تقریباً 100,000 امریکی فوجی عراق چھوڑ چکے ہیں۔ (تالیاں)۔ عراقیوں نے اپنی سیکورٹی کی مکمل ذمہ داری سنبھال لی ہے ۔ اور ایسی حکومت کی تشکیل کے عمل میں جس میں سب شامل ہوں، ہم عراق کی مدد کرتے رہیں گے، اور ہم اپنے تمام فوجی واپس لے آئیں گے۔
مشرقِ وسطیٰ میں ہمیں لغزشوں اور ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے ،لیکن ہم امن کے حصول کی کوشش میں ثابت قدم رہے ہیں۔ اسرائیلیوں اور فلسطینیوں نے دوبارہ براہِ راست مذاکرات کا آغاز کر دیا ہے، تاہم اب بھی شدید رکاوٹیں باقی ہیں۔ کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ امن اور سلامتی آسانی سے ہاتھ آ جائیں گی۔ لیکن اس بات میں بھی کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ امریکہ ایک ایسے حل تک پہنچنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا جو منصفانہ ہو اور جو دونوں فریقین کے مفاد میں ہو ۔ اسرائیل اور فلسطین کی دو ریاستیں جو امن اور سلامتی سے ساتھ ساتھ رہیں۔ (تالیاں)

ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے بہت کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے۔ دنیا سکڑتی جا رہی ہے۔ جو قوتیں ہمیں متحد رکھتی ہیں، اگرچہ ان کی وجہ سے خوشحالی اور مواقع پیدا ہوتے ہیں، لیکن دوسری جانب انہی کی وجہ سے ایسے لوگ بھی تقویت پاتے ہیں جو ترقی کے عمل کو پٹڑی سے اتارنا چاہتے ہیں۔ بازار میں ایک بم روزمرہ کاروبار کی گہماگہمی کو

برباد کر سکتا ہے۔ ایک افواہ سچ کو پیچھے دھکیل کر دو ایسی برادریوں کے درمیان تشدد کو جنم دے سکتی ہے جو اس سے پہلے امن و آشتی سے ایک ساتھ رہتی چلی آئی تھیں۔ تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی دنیا اور باہم متصادم ثقافتوں کے دَور میں کبھی کبھار وہ چیز کھو جاتی ہے جو بطورِ انسان ہم سب کا مشترکہ ورثہ ہے۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ اور انڈونیشیا کی تاریخ سے ہمیں امید ملنی چاہیئے۔ یہ وہ تاریخ ہے جو ہمارے قومی اقوال میں درج ہے۔ امریکہ میں ہمارا قومی مقولہ ہے E pluribus unum یعنی بہت سوں میں سے ایک۔ جب کہ انڈونیشیا کا مقولہ ہے Bhinneka Tunggal Ika یعنی کثرت میں وحدت۔ (تالیاں)ہم دو ممالک ہیں، جو مختلف راستوں پر گام زن رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ممالک یہ ثابت کرتے ہیں کہ مختلف عقائد کے کروڑوں پیروکاروں کو آزادی سے ایک پرچم تلے اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ اور اب ہم اسی مشترکہ انسانیت کی مزید تعمیر کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان نوجوانوں کے ذریعے جو ایک دوسرے کی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کریں گے، ان سرمایہ کاروں کے ذریعے جو ایسے بندھن قائم کریں گے جن سے خوش حالی میں اضافہ ہو گا، اور بنیادی جمہوری اقدار اور انسانی تمناؤں کے ذریعے۔

یہاں آنے سے پہلے میں نے مسجد استقلال کا دورہ کیا۔ جب میں جکارتا میں رہا کرتا تھا اس وقت یہ مسجد زیرِ تعمیر تھی۔ اس وقت میں اس کے بلند و بالا مینار، اس کے پرشکوہ گنبد اور اس کی خیرمقدمی فضا کی تعریف کیا کرتا تھا۔ لیکن اس کا نام اور اس کی تاریخ ہمیں انڈونیشیا کی عظمت کی کہانی بھی سناتی ہے۔ استقلال کا مطلب ہے آزادی، اور اس کی تعمیر اس قوم کی جدوجہدِ آزادی کی دلیل ہے۔ مزید برآں، مسلمانوں کے لیے بنائے جانے والی اس عبادت گاہ کا نقشہ ایک عیسائی ماہرِ تعمیرات نے تیار کیا تھا۔ (تالیاں)

یہ انڈونیشیا کی قوتِ حیات ہے۔ یہ انڈونیشیا کی سب کو ساتھ لے کر چلنے والے فلسفے، Pancasila کا پیغام ہے۔ (تالیاں)اس مجموعۂ جزائر کے پار جہاں قدرت کا تخلیق کردہ حسن بکھرا ہوا ہے، سمندر کے سینے پر ایسے جزائر قائم ہیں جن کا نام امن پر رکھا گیا تھا۔ جہاں لوگ جیسے چاہیں، خدا کی عبادت کر سکتے ہیں۔ اسلام یہاں پھولا پھلا ہے ، لیکن ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب بھی پنپے ہیں۔ ترقی کو ابھرتی ہوئی جمہوریت سے تقویت ملتی ہے۔ قدیم روایات اپنی جگہ برقرار ہیں، جب کہ اس کے ساتھ ساتھ ایک ابھرتی ہوئی طاقت بھی مائل بہ سفر ہے۔

میں یہ نہیں کہہ رہا کہ انڈونیشیا میں کوئی خامیاں نہیں ہیں۔ کوئی ملک ایسا نہیں جس میں خامیاں نہ ہوں۔ لیکن یہاں ہم اپنے آپ کو دوسروں میں دیکھنے کی اس صلاحیت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں جس کی مدد سے نسل، ملک اور مذہب کی خلیجوں کو پاٹا جا سکتا ہے۔ ایک مختلف نسل سے تعلق رکھنے والے بچے کی حیثیت سے ایک دور دراز کے ملک سے آ کر یہاں مقیم ہونے کے بعد میں نے یہاں اپنے خیرمقدم میں Selamat Datang (خوش آمدید) کی گرم جوشی پائی تھی۔ آج بطورِ عیسائی مسجد کے دورے کے دوران میں نے یہی گرم جوشی ایک ایسے رہنما کے الفاظ میں دیکھی جس سے میرے دورے کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ اس نے کہا کہ" مسلمانوں کو بھی تو عیسائیوں کے گرجاؤں میں جانے کی اجازت ہے۔ ہم سب خدا کے ماننے والے ہیں"۔

یہی خداوندی نور ہم سب کے اندر روشن ہے۔ ہم شک، خودغرضی اور مایوسی کے
آگے گھٹنے نہیں ٹیک سکتے۔ انڈونیشیا اور امریکہ کی تاریخ ہمیں پرامیدی کا درس دیتی
ہے، کیوں کہ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ تاریخ انسانی ترقی کی حمایت کرتی ہے، اور یہ کہ اتحاد
بدنظمی سے بڑی طاقت ہے، اور یہ کہ دنیا کے باسی اپنی زندگیاں امن سے بسر کر سکتے
ہیں۔ میری دعا ہے کہ ہمارے دونوں ممالک ایک ساتھ کام کرتے ہوئے یقین اور ثابت قدمی
کے ساتھ انہی آفاقی سچائیوں میں تمام عالمِ انسانیت کے ساتھ ساجھے دار ہوں۔

Sebagai penutup, saya mengucapkan kepada seluruh rakyat Indonesia:
Terima kasih.شکریہ - السلام علیکمterima kasih atas.

ختم شد

10:31 A.M. WIT